توہین مذہب سے متعلقہ قوانین کا دستوری ارتقا؛ مجموعہ تعزیرات ہندوپاک کا تجزیاتی مطالعہ

The constitutional evolution of blasphemy laws; an analytical study of Indo-Pak penal cods

آصف جاوید*

حافظ انتظار احمد**

Abstract

In the aftermath of the liquidation of the Mughal Empire, the English Government imposed the India penal code in 1860. The code lacked any clause about the crime of blasphemy directly or indirectly. Because of the inherent in the law some notorious accused were honourably acquitted in the different parts of the subcontinent. In 1927, act of amended article 295A entailed the act of blasphamy as the committal of crime. Even after the creation of Pakistan many clauses about the act of blasphamy were incorporated in the Pakistan penal code. The essay that fallows is an attempt to analyse the process of Journey from Article no 295A to 295C in the historical prospective. The rulings pertaining to the issue at hand shall also be referred from now and then.

Keywards: Mughal Empire, penal code, blasphemy, historical.

1875ء کی جنگ آزادی کے نتیجہ میں برصغیر سے مغلیہ سلطنت کا مکمل خاتمہ اور برطانوی حکومت کا باقاعدہ آغاز ہو گیا تھا۔ چنانچہ برطانوی حکومت نے گورنر جنرل ہند کی منظوری سے 1860ء کو ہندوستان میں مجموعہ تعزیرات ہند نافذ کر دیا۔ تعزیرات ہند کو ایک کمیشن نے مرتب کیا تھا، جس کا سربراہ لارڈ میکالے تھا اور اس کی تدوین میں فرانس کے نپولین کوڈ اور برطانیہ کے انتظامی مصالح سے بھرپور استفادہ کیا تھا مگر برطانیہ کے کامن لا؛ توہین مسیحؑ کے قانون اور اس سے متعلق کسی دفعہ کو بھی تعزیرات ہند میں شامل نہ کیا گیا حالانکہ اس وقت بھی برطانیہ میں توہین رسالتؑ (Blasphemy) کا قانون موجود تھا اور 1825 سے قبل بلاس فیمی لاء کے تحت مجرم کو سزائے موت دی جاتی تھی جسے عمر قید میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ (1)

* پی ایچ ڈی سکالر، انسٹیٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، یونیورسٹی آف دی پنجاب، لاہور۔

** پی ایچ ڈی سکالر، ڈپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز، یونیورسٹی آف اکاڑہ۔

(1) Blackstone's criminal practice 1995, Blackstone Press Ltd. U.K, Chapter 23, p 635

مجموعہ تعزیرات ہند میں حکومت کے خلاف اشتعال اور منافرت کو بغاوت قرار دیا گیا اور دفعہ 124۔اے کی رو سے، اس جرم بغاوت پر عمر قید کی سزا مقرر ہوئی 1898 کو ایک ترمیم کے ذریعہ تعزیرات ہند میں دفعہ 153۔اے کا اضافہ کیا گیا تاکہ ملک سے فرقہ وارانہ فسادات کا سدباب کیا جاسکے اور امن وامان کا قیام عمل میں آسکے۔ دفعہ ہذا کا متن یہ تھا:

> "Whoever by words, either spoken or written, or promoting enmity by signs, or by visible representations, between classes, or otherwise, promotes or attempts classes of Her Majesty's subjects shall be punished with imprisonment which may extend to two years, or with fine or with both." (2)

> ”جو شخص الفاظ سے بذریعہ تقریر یا تحریر یا اشاروں سے یا کسی اور طریقہ سے ہندوستان میں ہر میجسٹی کی رعایا کی مختلف جماعتوں میں دشمنی یا منافرت کے جذبات ابھارے گا یا انہیں بھڑکانے کی کوشش کرے گا، اسے دو سال قید تک سزا یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔“

مذکورہ دفعہ کی وضاحت میں درج ہے کہ نیک نیتی کے ساتھ ان امور کی نشاندہی کرنا، جو رعایا کی مختلف جماعتوں کے درمیان دشمنی یا منافرت کے جذبات یا رجحانات پیدا کرنے کا باعث ہوں، مذکورہ بالا جرم کی تعریف میں نہیں آئے گا۔

1923 میں لاہور کے ناشر راج پال نے مہاشہ کرشن کی ایک رسوائے زمانہ کتاب شائع کی جس کا نام رنگیلا رسول تھا، کتاب میں آپ کی ذات گرامی کو ہدف مطاعن بنایا گیا تھا۔اہل اسلام نے اس دل آزار کتاب کی اشاعت پر احتجاج کیا اور اپنے احتجاج میں ناشر کو قرار واقعی سزا دینے کا مطالبہ کردیا چنانچہ احتجاجی اور قانونی جدو جہد کے بعد راج پال کے خلاف فرقہ وارانہ منافرت کے جرم میں انڈین پینل کوڈ کی دفعہ 153۔اے کے تحت مقدمہ چلایا گیا۔لاہور کے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے مقدمہ کی سماعت کے بعد مذہبی منافرت کا جرم ثابت ہونے پر راج پال کو چھ ماہ کی قید کا فیصلہ سنایا، مگر ملزم اس سزا کے خلاف اپیل لے کر لاہور ہائی کورٹ چلا گیا۔ ہائی کورٹ کے متعصب جج کنور دلیپ سنگھ نے ملزم کو بری کر دیا کہ کتاب ہذا کی اشاعت قانون کی دفعہ 153،اے کی رو سے قابل مواخذہ جرم نہیں ہے۔کنور دلیپ سنگھ نے اس جانبدارانہ، متعصبانہ اور غیر منطقی

(2) The Indian Penal Code, Act xlv of 1860, Sec, 153A, vol.1, Crishen Lal & co, Calcutta, 1929

فیصلہ میں یہ قرار دیا کہ کتاب کا لہجہ بے شک مجموعی طور پر کینہ پرور ہے اور بظاہر اہل اسلام کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے والا ہے اگرچہ وہ زیادہ معقول توہین کا سزا وار نہیں ہے تاہم فیصلہ طلب سوال یہ ہے کہ آیا کسی مذہبی رہنما کی زندگی پر کینہ اور طنز دفعہ 153۔اے کے احاطہ میں آتا ہے یا نہیں؟

جسٹس کنور سنگھ نے فیصلہ دیا کہ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ اس دفعہ کی منشا لوگوں کو کسی خاص فرقہ پر اس کی موجودہ صورت میں حملہ کرنے سے باز رکھنا تھا، اس کی منشا گزشتہ مذہبی پیشواؤں پر بحث و مناظرہ روکنا نہیں تھا خواہ اعتراضات کتنے ہی گستاخانہ اور نازیب کیوں نہ ہوں چنانچہ میں یہ قرار دینے سے قاصر ہوں کہ 153۔اے کا مقصد یا منشا کسی پیشوائے مذہب کی حیات اور کردار پر مخالفانہ بحث روکنا ہے۔میں یہ قرار نہیں دے سکتا کہ کتاب رعایا کے مختلف طبقوں میں دشمنی اور نفرت کے جذبات برانگیختہ کرے گی۔یہ نتیجہ تو ہو سکتا ہے مگر جیسے میں نے ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے، اس کو مذکورہ فعہ کی آزمائش کا معیار نہیں بنایا جا سکتا۔

مجھے محسوس ہوتا ہے کہ دفعہ 297 میں ایک شق کا اضافہ ہونا چاہیے تھا، جس کی رو سے کسی شخص کے مذہبی جذبات کو کسی مذہب کی توہین کی نیت سے شائع شدہ کتاب کو جرم قرار دیا جاتا۔میں اپنی حد تک بات کرتے ہوئے صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ مجھے ایسی شق کی عدم موجودگی پر افسوس ہے مگر میں یہ قرار نہیں دے سکتا کہ زیر بحث مقدمہ 153۔اے کے دائرہ میں آتا ہے لہذا میں پس و پیش کے ساتھ یہ نگرانی منظور کرتا ہوں اور سائل کو بری کرتا ہوں۔مذکورہ فیصلے کا اہم ترین حصہ درج ذیل ہے:

> "In reply counsel for the petitioner contends that"contempt" is not the same as "hatred" or "enmity" and that the words is S. 124A., I.P.C., are wider than the words used in S. 153A.
>
> The learned Government advocate further contended that in view of the tension between Hindus and Muslims and the fact that the Mahomdan community is more fanatical on the question of religion than other communities a satire on the founder of the Muslim religion is more likely to promote hatred and enmity between the masses than a satire on the founder of another religion e.g. Christianity. I am unable to accept the argument that the ignorance or fanaticism of a particular community should determine the nature of an act. It may aggravate the offence in certain cases, but it cannot be held that the words used about the

founder of one religious creed might not come within the purview of S. 153A, and words used about the founder of another religious creed might come within that purview because of the known fact that one community will resent such words more actively than the other. The nature of the act, namely whether it is an offence or not, cannot be determined by the reaction of the particular class.

As regards the argument that satire on the founder of a religion is something to show that he is so acting because he belongs to another community, it seems to me that nobody who believes in a religious teacher will satirize him. it would follow, therefore, that wherever there is a satire on a religious leader and it is impossible to determine to which community the author belongs then the feelings of his followers will be roused against all who are not followers of that particular creed. I cannot consider that S. 153A was meant to be used in so wide a meaning. It seems to me that, that section was intended to prevent persons from making attacks on a particular community as it exists at the present time and was not meant to stop polemics against deceased religious leaders however scurrilous and in bad taste such attacks might be. For instance, if the fact that Mussalmans resent attacks on their Prophet, was to be the measure of whether S. 153A applied or not then an historical work in which the life of the Prophet was considered and judgement passed on his character by a serious historian might come within the definition of S. 153A. I am unable to hold that S. 153A was meant or was intended to prevent all adverse discussions of the life and character of a deceased religious leader. Now this particular pamphlet discusses the matter in a way which, as I have already stated, can only arouse the contempt of all decent persons of whatever community, might well wound the religious feelings of enmity and hatred between different classes of His Majesty's subjects. That might be the result, but, as I have endeavoured to show, that cannot be made the test of the section. The learned Government advocate admits that there is no other section which would cover the particular case.

It seems to me that a clause might well have been added to S. 297 by which the publication of pamphlets published with the intention of wounding the religious feelings of any person or of insulting the religion of any person might be made criminal.

I can only say, that, speaking for myself, i regret the absence of such clause, but I am unable to hold that this particular case comes within the purview of S. 153A. I, therefore, reluctantly accept the revision and acquit the petitioner." (3)

لاہور ہائی کورٹ کے مذکورہ فیصلہ میں سراسر تعصب کا مظاہرہ کیا گیا تھا، جس نے اہل اسلام کی آتش غضب کو مزید بھڑکا دیا چنانچہ مولانا ظفر علی خان، مولانا ابو الکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر اور سید عطاءاللہ شاہ بخاری جیسے زعماء نے اپنی تقاریر اور مضامین کے ذریعہ اس فیصلہ کی مذمت کرتے ہوئے برطانوی حکومت کو اس کے خطر ناک نتائج سے آگاہ کیا، جس کی پاداش میں بعض رہنماؤں کو حوالہ زنداں بھی کر دیا گیا۔برطانوی حکومت کے خلاف احتجاجی جلوس کا ایک بھرپور سلسلہ شروع ہوگیا۔جس پر لاہور میں دفعہ 144 کا نفاذ عمل میں آیا، جسے عشاق رسول نے پاؤں تلے رونڈ ڈالا۔ آخر کاراحتجاجی جلسوں اور مظاہروں کے نتیجہ میں غازی علم دین شہید نے اس گستاخِ رسول راج پال کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور خود جامِ شہادت نوش کر کے زندہ و جاوید بن گیا۔ اہلِ اسلام کے ان اقدامات سے برطانوی حکومت کو یہ احساس ہو گیا کہ دفعہ 153۔اے کی غلط تعبیر کے باعث، دلیپ سنگھ کے فیصلہ سے اہل اسلام کے جذبات مشتعل ہو رہے ہیں اور ان کے وفور شوق کا آتش فشاں نئے مسائل کو جنم دے سکتاہے چنانچہ فوجداری قانون کے ترمیمی ایکٹ مجریہ 1927 کے ذریعہ آرٹیکل 295۔اے کو تعزیرات ہند میں شامل کر دیا گیا، جس کا مضمون حسب ذیل ہے:

"Whoever, with deliberate and malicious intention of outranging the religious feelings of any class of his Majesty's subjects, by words, either spoken or written, or by visible representations, insults or attempts to insult the religion or the religious beliefs ment of that class, shall be punished with imprisonment of either

(3) The all India Reporter, Section Lahore, 1927, Lahore High Court Judgement Dated 07-02-1927 in Rajpal Vs. Emporer Case, AIR-1927-LAH, P-590 - 592

description for a term which may extend to two years, or with fine, or with both. (4)

"جو شخص عمداً اور بدنیتی سے تحریری یا تقریری یا علانیہ طور پر ہر میجسٹی کی رعایا کی کسی جماعت کے مذہب یا مذہبی عقائد کی توہین کرے گا یا توہین کرنے کی کوشش کرے گا تاکہ اس جماعت کے مذہبی جذبات مشتعل ہوں، اسے دو سال تک قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔"

مذکورہ دفعہ 295۔اے میں دفعہ 153۔اے کے برخلاف، نیت اور ارادے کو بھی صدورِ جرم میں شامل کیا گیا گویا اس دفعہ کے اطلاق میں کسی ملزم کے الفاظ کے علاوہ، اس کے انداز اور رویہ کو بھی پیشِ نظر رکھا جائے گا چنانچہ اس کے اطلاق کیلئے یہ ثابت کرنا ضروری نہیں ہے کہ ملزم کسی خاص فرقہ یا اس کے کسی فرد سے ذاتی رنجش اور دشمنی رکھتا ہے بلکہ صرف یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ مجرمانہ فعل، جان بوجھ کر کیا گیا تھا۔

قیام پاکستان کے بعد1963ءکے ترمیمی آرڈیننس کے ذریعہ، تعزیرات ہند کی مذکورہ بالادفعہ 295۔اے کے بعض الفاظ کو تبدیل کر دیا گیا۔ دفعہ ہذا کو ترمیم کے ساتھ 23مارچ 1956ءسے مؤثر بہ ماضی کیا گیا تھا مگر بعض الفاظ کی ترمیم سے دفعہ میں مذکور جرم کی نوعیت اور اس کی سزا میں کچھ خاص تبدیلی نہ آئی بلکہ اس میں زیادہ سے زیادہ ہر میجسٹی رعایا کو پاکستانی شہری اور دو سالہ سزا کو دس سالہ سزا سے بدل دیا گیا۔ ترمیمی آرڈیننس 1961ءکی دفعہ 195۔اے حسب ذیل ہے:

"Whoever, with deliberate and malicious intention of outraging the religious feelings, of any class of the citizens of Pakistan, by words, either spoken or written, or by visible representations insults or attempts to insult the religion or the religious beliefs of that class, shall be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to ten yeas, or with fine or with both." (5)

"جو شخص پاکستان کے شہریوں کی کسی جماعت کے مذہبی جذبات کی بے حرمتی کرنے کے ارادی اور کینہ ورانہ مقصد سے الفاظ کے ذریعہ خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا دکھائی دینے والے خاکوں کے ذریعہ مذکورہ جماعت کے مذہب یا

---

(4) The Indian Penal Code, Act xlv of 1860, Sec, 295A, vol.1

(5) نظامی، محمد مظہر حسن، شرح مجموعہ تعزیرات پاکستان، معہ اسلامی تعزیری قوانین، S-295A، پی ایل ڈی پبلشرز، نابھہ روڈ لاہور، 123

مذہبی اعتقادات کی تذلیل کرے یا تذلیل کرنے کی کوشش کرے تو اسے ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو دس سال تک ہو سکتی ہے یا جرمانے کی سزا یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔"

دراصل تعزیرات ہند میں دفعہ 295۔اے کا اضافہ، اہل اسلام کی اشک شوئی کے لیے کیا گیا تھا، جس کی رو سے کسی مذہب یا مذہبی اعتقادات کی توہین کرنا دو سالہ قید کا موجب قرار پایا تھا تاہم اس دفعہ میں بھی واضح طور پر مذہبی پیشواؤں یا پیغمبروں کی توہین شامل نہ تھی حالانکہ مذہبی اعتقادات بنیادی طور پر مذہبی شخصیات ہی سے وابستہ ہوتے ہیں اور مذہبی شخصیات کی توہین کرکے مذہبی شخصیات کے احترام کا تصور ناممکن ہے اور دفعہ 295۔اے میں تقسیم ہند کے بعد مجموعہ تعزیرات پاکستان میں 1961 کا ترمیمی اضافہ کر کے بھی مقدس شخصیات کی توہین کا خلا پر نہ کیا جا سکا تھا بلکہ مذہبی توہین کرنے پر سزا میں دو کی بجائے دس سال کا اضافہ کر دیا گیا تھا اور بس! یہی باعث ہے کہ 1980 میں ایک ترمیمی آرڈیننس کے ذریعہ مجموعہ تعزیرات پاکستان میں دفعہ 298۔اے کا اضافہ کیا گیا، جس کی رو سے امہات المومنینؓ، اصحاب رسولؐ، اہل بیت عظامؓ اور خلفائے راشدینؓ کی توہین کرنا قابل مواخذہ جرم قرار پایا۔ دفعہ ہذا کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

> "Whoever by words, either spoken or written, or by visible representations or by any imputation, innuendo or insinuation, directly or indirectly, defiles the sacred name of any wife (ummul Mumineen) , or members of the family (Ahle-bait), of the Holy Prophet (SAW) or any of the righteous caliphs (Khulafa-e-Rashideen) or companions (Sahaaba) of the Holy Prophet (SAW) shall be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to three years, or with fine, or with both." (6)

"جو کوئی الفاظ کے ذریعے، خواہ زبانی ہوں یا تحریری، یا مری نقوش کے ذریعے، یا کسی تہمت، کنایہ، یا درپردہ تعریض کے ذریعے، بلا واسطہ رسول پاک حضرت محمد ﷺ کی کسی زوجہ مطہرہ (ام المومنین) یا رسول پاک ﷺ کے خاندان کے کسی فرد (اہل بیت) یا رسول پاک ﷺ کے خلفائے راشدین یا ساتھیوں (صحابہ کرامؓ) میں سے کسی کے متبرک نام کی توہین کرے گا، تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے یا جرمانے کی سزا یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔"

---

(6) The Pakistan penal code, (XLV of 1860) S-298A.www.Pakistancode.gov.pk

مجموعہ تعزیرات پاکستان کی مذکورہ دفعہ کی رو سے مقدس شخصیات کی شان میں گستاخی کرنا اگرچہ قابل مواخذہ جرم قرار پایا تھا تاہم آقائے نامدار کی شان میں گستاخی کرنا ابھی تک آئین و قانون کی رو سے جرم قرار نہیں دیا گیا تھا چنانچہ سپریم کورٹ پاکستان کے سنیئر وکیل جناب محمد اسماعیل قریشی نے تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295۔اے اور دفعہ 198۔اے کو فیڈرل شریعت کورٹ اسلام آباد میں چیلنج کر دیا اور اپنی درخواست میں یہ مؤقف اختیار کیا کہ ناموس رسالت کا عقیدہ ہر مسلمان کا جزو ایمان ہے اور جو کوئی اس عقیدہ کو ٹھیس پہنچا کر، ذات حق کی تنقیص یا توہین رسالت کا ارتکاب کرے گا، قرآن وسنت کی رو سے وہ بدبخت سزائے موت کا مستحق ہو گا مگر توہین رسالت کے جرم پر اولاً تعزیرات پاکستان میں کوئی سزا ہی موجود نہیں ہے اور اگر 295۔اے میں مذکورہ دو سال قید یا جرمانہ کی سزا کو اس جرم کے مصداق سمجھا جائے تو بھی یہ سزا، توہین رسالت کے مجرم پر قرآن وسنت کی مقرر کردہ سزا کے صریحاً خلاف ہے۔

درخواست گزار نے دفعہ 298۔اے سے متعلق یہ مؤقف اختیار کیا کہ اس کی رو سے جن پاکباز ہستیوں کی بے ادبی اور گستاخی کو قابل تعزیر جرم قرار دیا گیا ہے مگر خود اس مقدس ترین ہستی، جن کی نسبت سے انہیں یہ مقام تقدیس حاصل ہوا ہے، ان کی جناب میں گستاخی جیسے سنگین جرم پر کوئی سزا موجود نہیں ہے، جو اصل کو چھوڑ کر فروع کے استحقاق کو قانونی شکل دینے کے مترادف ہے چنانچہ قرآن وسنت کی روشنی میں، تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295۔اے اور دفعہ 298۔اے کا جائزہ لے کر، توہین رسالت کے انتہائی سنگین جرم کی سزا، سزائے موت قرار دی جائے۔[7]

مذکورہ پٹیشن پر شریعت کورٹ کا فیصلہ ابھی محفوظ تھا کہ اس دوران کسی خاتون وکیل نے سرکار دو عالم کی شان اقدس میں بالواسطہ گستاخی کا ارتکاب کیا، جس پر آپا نثار فاطمہ ایم۔این۔اے نے گستاخی رسول پر سزائے موت کا بل قومی اسمبلی میں پیش کر دیا جو فوجداری قانون ترمیمی ایکٹ نمبر 3 سال 1986 کی صورت میں منظور ہوا۔اس ایکٹ کی رو سے تعزیرات پاکستان میں دفعہ 295۔سی کا اضافہ کر دیا گیا، جو حسب ذیل ہے:

> "Whoever by words, either spoken or written, or by visible representations, or by any imputation, innuendo or insinuation, directly or indirectly, defiles the sacred name of the Holy Prophet

---

[7] شریعت پٹیشن نمبر7/ 1984ء، فیڈرل شریعت کورٹ اسلام آباد

(SAW) shall be punished with death, or imprisonment for life, and shall also be liable to fine." [(8)]

"جو کوئی الفاظ کے ذریعے، خواہ زبانی ہوں یا تحریری، یا موئی نقوش کے ذریعے، یا کسی تہمت، کنایہ، یا درپردہ تعریض کے ذریعے، بلا واسطہ یا بالواسطہ رسول پاک حضرت محمد ﷺ کے پاک نام کی توہین کرے گا، تو اسے موت، یا عمر قید کی سزادی جائے گی اور وہ جرمانے کی سزا کا بھی مستوجب ہو گا۔"

اسمبلی میں پیش کردہ بل کی رو سے توہین رسالت پر سزائے موت کا مطالبہ کیا گیا تھا مگر ایوان نے بل میں ترمیم کر کے دفعہ295۔سی کی رو سے عمر قید کو سزائے موت کی متبادل سزا کے طور پر منظور کیا تھا اور ظاہر ہے کہ توہینِ رسول پر عمر قید کی یہ سزا قرآن وسنت کے منافی تھی چنانچہ ایک درخواست گذار نے فیڈرل شریعت کورٹ میں اپیل کے ذریعے 295۔سی سے موت کے ساتھ ساتھ عمر قید کی متبادل سزا حذف کرنے کا مطالبہ کر دیا گیا اور اپنی درخواست میں یہ موقف اکتیار کیا کہ توہین رسول کی سزائے موت بطور حد ہے اور حدود کی سزاؤں میں کمی بیشی کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔[(9)]

فیڈرل شریعت کورٹ نے اپیل ہذا کو دو مختلف مواقع پر سماعت کیا اور تیسری سماعت کے بعد 30 اکتوبر 1990 کو اپنے فیصلہ میں سزائے عمر قید کو حذف کر دیا۔وفاقی شریعت کورٹ کے اس فیصلے کا متعلقہ اقتباس درج ذیل ہے:

"In view of the above discussion we are of the view that the alternate punishment of life imprisonment as provided in section 295-C, P.P.C. is repugnant to the Injunctions of Islam as given in Holy Qur'an and Sunnah and therefore, the said words be dleted therefrom.... A copy of this order shall be sent to the President under Article 203-D(3) of the Constitution to take steps to amend the law so as to bring the same in confirmity with the Injunctions of Islam. In case, this is not done by 30th April, 1991 the words "or

---

[(8)] The Pakistan penal code, S-295C

[(9)] شریعت پٹیشن نمبر 6۔ایل، 1987، محمد اسماعیل قریشی بنام حکومت پاکستان، فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان

imprisonments for life" in section 295-C, P.P.C. shall cease to have effect on that date. [10]

"مندرجہ بالا بحث کے پیش نظر ہماری رائے یہ ہے کہ عمر قید کی متبادل سزا، جیسے 295۔سی ضابطہ تعزیرات پاکستان میں مقرر ہے، احکامات اسلام سے متصادم ہے جو قرآن کریم و سنت میں دیئے گئے ہیں۔لہذا یہ الفاظ اس میں سے حذف کر دیئے جائیں۔۔۔دستور کے آرٹیکل (3) 203 کے تحت اس حکم کی ایک نقل صدر پاکستان کو ارسال کی جائے تاکہ قانون میں ترمیم کے اقدامات کیے جائیں اور اسے احکامات اسلامی کے مطابق بنایا جائے۔اگر 30 اپریل 1991تک ایسا نہ کیا گیا تو 'عمر قید' کے الفاظ دفعہ 295۔سی تعزیرات پاکستان میں اس تاریخ سے غیر موثر ہو جائیں گے۔"

فیڈرل شریعت کورٹ کے مذکورہ فیصلہ کے خلاف حکومت نے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی مگر بعض سنجیدہ طبقات کی جانب سے توجہ دلانے پر وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف نے یہ بیان دیا کہ قانون توہین رسالت کے فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کسی اہلکار کی شر ارت معلوم ہوتی ہے۔اگر توہین رسالت کی سزا موت سے بھی زیادہ سخت ہوتی تو اس پر عمل درآمد کیا جاتا۔یہ قانون کسی اقلیت کے خلاف نہیں بلکہ صرف گستاخانِ رسول کے خلاف بنایا گیا ہے، خواہ ان کا تعلق اسلام ہی سے کیوں نہ ہو۔اس لیے اقلیتوں کو اس سے خوف زدہ ہونے کی بالکل ضرورت نہیں۔اس قانون سے اقلیتوں کے جان ومال اور تمام شہری حقوق کی حفاظت ہو گی۔اس لیے میں نے سرکاری وکیل کو سپریم کورٹ سے توہین رسالت میں ترمیم کے لیے دائر اپیل کو فوری طور پر واپس لینے کی ہدایت جاری کردی ہے۔[11]

بہرحال وزیر اعظم کے مذکورہ بیان کے بعد،سپریم کورٹ میں دائرہ اپیل سے حکومت کو واپس ہونا پڑا، جس کے نتیجہ میں فیڈرل شریعت کورٹ کا فیصلہ عدالت عظمیٰ میں بھی بحال رہا چنانچہ اب عمر قید کے الفاظ آئین، قانون اور فیصلہ کے مطابق 295۔سی سے حذف ہو چکے ہیں اور عمر قید کی متبادل سزا غیر موثر ہو کر رہ گئی ہے اور پاکستان میں اہانت رسول کی سزا، حد کے طور پر سزائے موت مقرر ہو کر روبہ عمل ہوئی۔

---

(10) Federal Shariat Court of Pakistan Judgment dated 07-03-1990 in Muhammad Ismail Qureshy Vs. General Muhammad Zia-ul-Haq, PLD 1991-FSC-10

(11) قریشی، محمد اسماعیل، ایڈووکیٹ، ناموس رسول اور قانون توہین رسالت، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، 2006ء، ص:405

وفاقی شرعی عدالت میں دوسری اپیل پٹیشن نمبر 43/1 آف 1993 کے تحت علامہ بشپ دانی ایل تسلیم نے وفاقی شرعی عدالت کے مذکورہ بالا فیصلے کو اس بنیاد پر چیلنج کیا کہ مذکورہ فیصلہ اسلام کے احکام کے منافی ہے چنانچہ اسے جسٹس ڈاکٹر فدا محمد کی سربراہی میں فل بینچ نے سنا اور 8 جنوری 1994 کو اس پٹیشن کو بھی خارج کرنے کا فیصلہ سنا دیا گیا۔علامہ بشپ دانی ایل تسلیم نے اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ آف پاکستان کے شریعت اپلیٹ بینچ میں 1994 میں اپیل نمبر 2دائر کی جسے فل کورٹ نے عدم پیروی کی بنیاد پر مورخہ 21۔اپریل 2009 کو خارج کر دیا اور یوں یہ معاملہ ملک کی اعلیٰ ترین عدالت کے ذریعے طے پا گیا کہ پاکستان میں نافذ العمل 295۔سی کے تحت کتاب و سنت کی روشنی میں توہین رسالت کی سزا صرف اور صرف موت ہو گی۔(12)

سپریم کورٹ پاکستان نے مورخہ 13۔اکتوبر 2018 کو جاری اپنے حالیہ فیصلے میں، شک کا فائدہ دے کر شاتم رسول آسیہ مسیح کو بری کر دیا ہے کہ گواہوں کے بیانات میں تضاد ہے اور عدالتِ عظمیٰ ان کی شہادت سے مطمئن نہ ہے حالانکہ سیشن کورٹ نے ملزمہ کے اعتراف جرم اور گواہوں کی شہادت کی رو سے،اس کے خلاف سزائے موت کا فیصلہ سنایا تھا اور لاہور ہائی کورٹ نے بھی اس فیصلہ کے خلاف مجرم کی اپیل میں سزائے موت کو برقرار رکھا تھا مگر چیف جسٹس کی سربراہی میں سپریم کورٹ کے تین رکنی بنچ نے، سزائے موت معطل کرتے ہوئے ملعونہ کر بری کر دیا۔(13)

مذکورہ فیصلہ کے تناظر میں مقالہ نگار کی رائے یہ ہے کہ حدود کی سزا میں بلا شبہ شہادت کے نصاب اور گواہوں کے تزکیہ کو ضروری قرار دیا گیا ہے اور جب تک یہ شرائط پوری نہ ہوں گی، کسی شخص پر حدود کی سزا جاری نہیں ہو سکے گی تاہم حدود کے کیس میں نصاب شہادت مکمل نہ ہونے کے باوجود، اس کے مجرمانہ فعل کو قابل تعزیر جرم قرار دے کر، مجرم کو حد سے کم تر کوئی سزا دی جا سکتی ہے چنانچہ توہین رسالت کے مذکورہ کیس میں بھی مجرمہ کے فعل کو قابل تعزیر جرم قرار دے کر اسے قرار واقعی سزا دینا آئین و قانون کے مطابق جائز تھا کیونکہ عدالت تعزیری سزا دینے کی بہرحال مجاز ہے، خواہ 295۔سی کے ضمن میں توہین پر سزائے تعزیر کی یہ

(12) ماہنامہ محدث، ماڈل ٹاؤن، لاہور، مارچ 2017، ص:40

(13) Criminal Appeal No. 39-L of 2015 Dated:31-October, 2018, Supreme Court of Pakisatn.

صورت شامل نہ بھی ہو۔ہمارا اسلامی قانون بھی اس باب میں اس کی اجازت دیتا ہے اور خود سپریم کورٹ نے بھی خلیل الزمان کیس میں تعزیری سزا کو جائز قرار دیا تھا۔(14)

مقالہ نگار کے نزدیک توہین رسالت کے حالیہ کیس اور اس جیسے دیگر مقدمات میں، نصاب شہادت اور تزکیہ شہود مکمل نہ ہونے کی مخصوص صورت میں، سزائے موت نہ سہی مگر عدالت کو اپنا تعزیری سزا دینے کا حق استعمال کرنا چاہیے تھا تاکہ نظام عدل پر بیرونی دباؤ کے شکوک و شبہات پیدا نہ ہوں اور ناموس رسول جیسے حساس مسئلہ کے تمام تر ایمانی اور آئینی تقاضے بھی پورے ہو جائیں۔توہین رسالت کی دفعہ 295۔سی پرNGO's کا ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ غیر مسلموں اقلیتوں کے خلاف اس کا غلط استعمال کیا جاتا ہے لہذا توہین رسالت کا قانون تبدیل یا ختم کر دینا چاہیے۔اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا میں وہ کون سا قانون ہے، جس کا غلط استعمال نہیں ہوتا؟ خود ہمارے پاکستان میں جتنے تعزیری قوانین موجود ہیں، کیا ان کا غلط استعمال نہیں کیا جاتا؟ سوال یہ ہے کہ کسی قانون کے غلط استعمال پر کیا تعزیری قوانین ہی کو معطل کر دینا چاہیے یا ان کے غلط استعمال کا سد باب ہونا چاہیے؟ ظاہر ہے کہ قوانین کے غلط استعمال کے سد باب کی ضرورت ہے۔

جسٹس شوکت عزیز صدیقی کے الفاظ میں یہاں قابل غور امر یہ ہے کہ کیا کسی قانون کے غلط استعمال کی وجہ سے اس کا صحیح استعمال بھی روک دینا چاہیے یا غلط استعمال کے اسباب کو دور کرنا چاہیے؟ یقینا ، ایک عام فہم آدمی بھی یہ رائے ہی قائم کرے گی، کہ غلط استعمال کے اسباب دور ہونے چاہئیں نہ کہ قانون ہی کو تبدیل کر دینا چاہیے۔یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ پاکستان میں آج تک کسی بھی مسلم یا غیر مسلم کو توہین رسالت ﷺ کے جرم کے ارتکاب پر سزائے موت پر عمل درآمد نہیں ہوا۔۔۔یہ عمل صدیوں سے جاری ہے، لیکن قانون کے اس غلط استعمال پر کبھی کوئی نوحہ کناں نہ ہوا، اور نہ معترض، اس لیے محض قانونِ توہینِ رسالت پر تنقید اور ہرزہ سرائی نیک نیتی کو ظاہر نہیں کرتا۔

توہین رسالت ﷺ کا جھوٹا الزام لگانا کسی جرم کی غلط اطلاع دینے اور دفعہ 182 مجموعہ تعزیرات پاکستان کے تحت سزاوار عمل نہیں ہے بلکہ یہ از خود ایک سنگین جرم ہے، جو کہ الزام لگانے والا کسی بے گناہ فرد سے توہین رسالتؐ کے الفاظ، حرکات یا عمل منسوب کر کے، کم از کم خود اس جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔اس لیے

(14) 1999 -SCMR 2203

قانون کا غلط استعمال روکنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ توہین رسالت ﷺ کا لگایا گیا الزام غلط ثابت ہونے پر، الزام لگانے والے کو وہ سزا دی جائے، جو کہ توہین رسالتؐ کے قانون کی صورت میں موجود ہے۔ اس لیے یہ معاملہ مقننہ کے پاس لے کر جانا ضروری ہے، تا کہ ضروری قانون سازی کی جا سکے۔[15]

چنانچہ توہین رسالت کے جھوٹے الزام کی صورت میں تعزیرات پاکستان کی دفعہ 194 کو روبہ عمل لانا نہایت موثر ہو گا، جس کی رو سے کسی بے گناہ کو سزائے عمر قید یا سزائے قتل کی نیت سے جھوٹی شہادت دینے یا غلط بیانی کرنے پر گواہ کو عمر قید کی سزا دی جائے گی اور بے گناہ کو سزائے قتل کی صورت میں جھوٹے گواہ کو بھی سزائے موت دی جائے گی۔[16]

خلاصہ کلام

جرم توہین مذہب سے براہ راست متعلقہ کوئی دفعہ بھی مجموعہ تعزیرات ہند میں ابتدائی موجود نہ تھی حالانکہ ہندوستان میں تعزیرات ہند کے نفاذ کے وقت برطانیہ میں بلاس فیمی لاء موجود تھا تاہم رسوائے زمانہ راج پال کے گستاخانہ عمل اور عدالت سے اس کی براءت کے بعد اسلامیان ہند کے پرزور احتجاج اور مطالبے پر 1927ء میں پہلی دفعہ کسی گروہ کے مذہبی جذبات مجروح کرنا قانوناً جرم قرار دیا گیا اور قیام پاکستان کے بعد مختلف ترامیم کے ذریعہ جرم توہین مذہب سے متعلقہ دفعات میں اضافہ ہوتا گیا جو آخر کار دفعہ C-295 پر منتج ہوا، جسے توہین رسالت کے مرتکب افراد کے خلاف کماحقہ روبہ عمل لانے کی ضرورت ہے البتہ جہاں کہیں قانون توہین رسالت کا غلط استعمال ہو، اس کے خلاف حکومت متحرک ہو کر یا عدالت از خود نوٹس لے کر ملوث افراد کو قرار واقعی سزا دینے کا قانونی حق رکھتے ہیں مگر قانون کے غلط استعمال کا واویلا کر کے، دفعہ 194 کو عمل میں نہ لانا اور 295۔ سی میں ترمیم کا راگ الاپنا ہمارے آئینی اور ایمانی تقاضوں سے انحراف ہو گا۔

❀❀❀❀❀

[15] جسٹس شوکت عزیز صدیقی، ناموس رسالت؛ ایک اعلیٰ عدالتی فیصلہ، منشورات، لاہور: 212-213

[16] The Pakistan Penal Code, 1860, S. 194